اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (الزمر:10)

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

حالات کا تغیّر:

انسانی زندگی کے حالات ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔کبھی خوشی کی گھڑیاں ہوتی ہیں اور کبھی غم کی کیفیت ہوتی ہے،کبھی انسان کا ہاتھ کھلا ہوتا ہے اور کبھی قرضوں کے بوجھ نیچے دبا ہوتا ہے،کبھی جوانی اور صحت کا عالم ہوتا ہے اور کبھی بیماری کی وجہ سے چارپائی کے ساتھ لگا ہوتا ہے۔زندگی غم اور خوشی کے درمیان گزرتی چلی جارہی ہے۔انسان سمجھتا ہے کہ وقت گزر رہا ہے مگر موت کے وقت پتہ چلتا ہے کہ وقت کیا گزرنا تھا میں ہی اس دنیا سے گزر گیا۔

ایک ہی کام سب کو کرنا ہے یعنی جینا ہے اور مرنا ہے
رہ گئی بات رنج و راحت کی یہ فقط وقت کا گزرنا ہے

سب کے لئے ایک ہی کام ہے کہ جینا ہے اور مرنا ہے۔یعنی عمل کرنے ہیں اور حساب دینا ہے۔رہ گئی خوشی اور غم کی بات،تو یہ زندگی کی ترتیب ہے۔

خوشی اور غم کے اسباب:

جب انسان پر اللہ رب العزت کے جمال کی تجلّیات وارد ہوتی ہیں تو اسے خوشیاں نصیب ہوتی ہیں۔ ایسے میں اگر وہ مٹی کو بھی ہاتھ لگائے تو سونا بنتی ہے،الٹے کام کو بھی اللہ تعالیٰ سیدھا کر دیتے ہیں، فیصلوں میں برکت ڈال دیتے ہیں، دنیا میں ہر طرف سے ایسے انسان کیلئے واہ واہ کی صدائیں آتی

ہیں۔ اور جب کبھی انسان پر جلال کی تجلّیات پڑتی ہیں تو پھر انسان کے لئے دنیا میں مشکلات ہی مشکلات ہوتی ہیں، ہر طرف سے پریشانیاں، دایاں قدم اٹھائے تو پریشانی، بایاں قدم اٹھائے تو پریشانی ، سونے کو ہاتھ لگائے تو وہ بھی مٹی بن جاتا ہے، چلتے کام کو ہاتھ لگائے تو وہ اٹک جاتا ہے، سوچ سمجھ کر عزت کے حصول کے لئے قدم اٹھاتا ہے مگر بدنامی اور ذلت مل جاتی ہے، ہر طرف سے بری خبریں، پریشانیاں، مصیبتیں اور بیماریاں گھیر لیتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے جلال کی تجلّیات ہوتی ہیں۔

قرآن پاک میں ارشاد فرمایا وَ اللّٰهُ يَقْبِضُ وَ يَبْسُطُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (البقرہ:245) اللہ تعالیٰ ہی قبض کرنے والا اور کھولنے والا ہے۔ تو قابض اور باسط اللہ تعالیٰ کے دو نام ہیں۔ قابض کا مطلب ہوتا ہے قبضے میں لینے والا ، چھین لینے والا ، اور باسط کہتے ہیں کھول دینے والے کو۔ لہذا جب انسان اللہ تعالیٰ کے اسم قابض کا مظہر بنتا ہے تو پھر اس کے اوپر غم اور اندوہ ہوتا ہے اور جب اسم باسط کا مظہر بنتا ہے تو پھر اس کے اوپر خوشی اور فراخی کا معاملہ ہوتا ہے۔ کبھی خوشی اور کبھی غم ہوتا ہے۔ کبھی خزاں اور کبھی بہار ہوتی ہے۔

کبھی جوشِ جنوں ایسا کہ چھا جاتے ہیں صحرا پر کبھی ذرے میں گم ہو کر اسے صحرا سمجھتے ہیں

شیطان کا ورغلانا:

شیطان ان دونوں حالات میں بندے کو ورغلانے کی کوشش کرتا ہے۔ خوشی کے حالات ہوں تو غفلت میں ڈال دیتا ہے اور غم کے حالات ہوں تو ناامید بنا دیتا ہے۔ غفلت میں پڑنے والا بھی راستے سے ہٹ گیا اور ناامید ہونے والا بھی راستے سے ہٹ گیا۔ ان مجالس کا بنیادی مقصد اسی بات کو سمجھانا ہوتا ہے۔ اپنی تقریر کا جادو جگانا نہیں ہوتا۔ بلکہ بات سمجھا کر زندگیوں میں کوئی تبدیلی پیدا کرنی ہوتی ہے۔

داخلہء جنت:

اس عاجز کو یاد ہے کہ پچھلی محفل میں اللہ رب العزت کی نعمتوں کا شکرادا کرنے کا مضمون آپ کی خدمت میں بیان کیا تھا اور آج مصیبتوں پر صبر کرنے کے بارے میں کچھ کہنے کا ارادہ ہے۔ شکرادا کرنے والا بھی جنتی اور صبر کرنے والا بھی جنتی۔ گویا شکراور صبر دونوں داخلہء جنت کے اسباب ہیں۔ انسان خوشی کے حالات میں ہوتو شکرادا کرے اور غم اور پریشانی کے حالات میں ہوتو صبر کرے۔

چراغ بجھ جانے پر اجر وثواب:

مومن کو اس دنیا میں جو بھی پریشانی آتی ہے چھوٹی یا بڑی، اللہ رب العزت کی طرف سے اس کا اجر اور بدلہ ملتا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ رات کو چراغ جل رہا ہے، ہوا کا جھونکا آیا اور چراغ بجھ گیا۔ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے فوراً پڑھا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرہ:156) سیدہ عائشہ صدیقہؓ بڑی حیران ہوئیں۔ عرض کیا کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ! یہ آیت تو بڑے غم اور مصیبت کے آجانے پر پڑھی جاتی ہے۔ فرمایا، عائشہ! مومن کے لئے اس کا چراغ بجھ جانا بھی ایک مصیبت ہے اور اس چراغ کے بجھ جانے پر جو یہ آیت پڑھے گا اللہ رب العزت کی طرف سے اس پر بھی اجر ملے گا۔ جب گھر کا چراغ بجھ جائے اس پر صبر کرنے والے کو اجر ملتا ہے تو جس کے بیٹے کی زندگی کا چراغ بجھ جائے اگر اس پر کوئی صبر کرے گا تو اس کو کتنا اجر عطا کیا جائے گا۔

مریض کے لئے اجر وثواب:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب کوئی بندہ بیمار پڑ جاتا ہے تو اللہ رب العزت فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ اس مریض کے منہ سے کراہنے کی جو آواز نکل رہی ہے یعنی ”ہوں ہوں“ ہر ہر مرتبہ کراہنے پر سبحان اللہ

کہنے کا اجر لکھا جائے۔ اور اگر درد کی وجہ سے وہ مریض چیخنے لگے تو فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ تم لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ پڑھنے کا اجر اس کے نامۂ اعمال میں لکھو۔ جب وہ مریض سانس لیتا ہے تو ہر ہر سانس کے بدلے اللہ کے راستے میں صدقہ کرنے کا اجر اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ جب وہ مریض بستر پر سوتا ہے تو بستر پر لیٹنے سے اس کو اس طرح اجر دیا جاتا ہے جس طرح کہ مصلے کے اوپر کھڑے ہو کر تہجّد پڑھنے والے کو اجر دیا جاتا ہے اور جب وہ آدمی اپنی بیماری اور تکلیف کی وجہ سے کروٹ بدلتا ہے تو اس کو اللہ رب العزت کے راستے میں دشمن پر پلٹ پلٹ کر حملے کرنے کا اجر دیا جاتا ہے۔

آیت کریمہ کی فضیلت:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب کوئی آدمی بیمار ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ یہ پڑھ لے لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (الانبیآء:87) اسے آیت کریمہ کہتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی اپنی بیماری میں اس کو چالیس مرتبہ پڑھ لے تو اگر صحت ملی تو اللہ تعالیٰ گناہوں سے پاک فرما دیں گے اور اگر اس بیماری میں اس کی موت آ گئی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن شہداء کی قطار میں کھڑا فرما دیں گے۔

مریض مستجاب الدعوات ہوتا ہے:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب تم عیادت کرنے کے لئے کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس سے اپنے لئے دعا کرواؤ اس لئے کہ مرض کی حالت میں اللہ رب العزت بندے کی دعا کو اس طرح قبول کرتے ہیں جس طرح کہ وہ اپنے فرشتوں کی دعا کو قبول کر لیا کرتے ہیں۔

سیدنا ایوبؑ کا صبر:

سیدنا ایوب علیہ السّلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ اللہ رب العزت نے ان کو مال دیا، اولاد دی، حتیٰ کہ ہر

طرح کی نعمتیں دی تھیں۔شیطان کہنے لگا کہ ان کی ساری عبادتیں اس لئے ہیں کہ ان کو دنیا کا مال ومتاع ملا ہوا ہے، ذرا لے کے دیکھیں تو پھر پتہ چلے۔اللہ رب العزت کے اذن سے ان کا جتنا مال تھا وہ سارا کا سارا کسی وجہ سے ضائع ہو گیا۔ کہنے لگا، اولاد تو ہے۔ایسی بیماری آئی کہ ان کی جتنی اولاد تھی وہ ساری کی ساری ان کی آنکھوں کے سامنے فوت ہوگئی۔شیطان کہنے لگا، صحت تو ہے۔اللہ رب العزت نے ان کے جسم پر چیچک کے دانوں کی طرح کے دانے نکال دیئے۔حتیٰ کہ ان کی زبان اور آنکھوں کے سوا پورا جسم ان دانوں سے بھر گیا۔وہ دانے اتنے بڑے زخم بن گئے کہ اس میں کیڑے بھی پڑ گئے۔

مفسّرین نے لکھا ہے کہ اس بیماری میں اٹھارہ سال گزر گئے۔اور ہر دن اللہ رب العزت کی طرف سے ان کے صبر کی وجہ سے ان کے درجات بلند ہوتے، زبان سے شکوہ اور شکایت کی کوئی بات نہ نکلتی۔حتیٰ کہ اگر کوئی کیڑا جسم کے زخم سے گرتا تھا تو وہ اس کو بھی اٹھا کر واپس رکھ دیتے تھے کہ جب میرے جسم کو اللہ تعالیٰ نے تیری غذا بنایا تو نیچے کیوں گر رہا ہے۔

اٹھارہ سال کے بعد شیطان بہت پریشان ہوا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے ایسے مقرب بندے ہیں کہ اتنی آزمائشوں میں بھی اپنی زبان سے کوئی بے صبری یا ناشکری کا لفظ نہیں نکالا۔شیطان کو پریشان دیکھ کر اس کے چیلوں نے اسے کہا کہ میاں! تم نے جس طرح ان کے جدامجد کو بھول میں ڈالا تھا، کیوں نہ ہم ان پر وہی گر آزمائیں۔ کہنے لگا، ہاں۔ چنانچہ وہ ان کی بیوی کے پاس ایک حکیم اور طبیب کی شکل میں گیا اور کہنے لگا کہ دیکھو میں تمہیں ایک بات بتانے کے لئے آیا ہوں تاکہ تمہارے میاں کو صحت حاصل ہو جائے ۔وہ خوش ہوئیں، ہر بیوی چاہتی ہے کہ خاوند کو صحت ملے۔ کہنے لگا کہ اس کا علاج میرے پاس موجود ہے مگر ہمارے ہاں دستور یہ ہے کہ جیسے تم عرش کے خدا کو سجدہ کرتے ہو، ایک دفعہ مجھے بھی سجدہ کرلو تو میں ایک ایسا علاج آزماؤں گا کہ تمہارا خاوند صحت مند ہو جائے گا۔ بیوی نے سنا تو خاموش ہوگئیں۔ کہنے

لگیں کہ میں ان کے پاس جاؤں گی اور ان سے پوچھوں گی ۔ چنانچہ تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ آپ کے پاس آئیں اور اس نے آکر پوچھا، حضرت ایوبؑ کو بڑا غصہ آیا اور فرمایا، تو نے اسی وقت اس مردود کو کیوں نہ کہا کہ تو شیطان ہے، یہ کیوں کہا کہ میں پوچھ کر بتاؤں گی؟ اگر اللہ نے مجھے صحت دی تو میں تجھے سو کوڑے لگاؤں گا کہ تو نے ایمانی غیرت کا مظاہرہ کیوں نہ کیا اور ایسے شیطان مردود کو اسی وقت منہ پر جواب کیوں نہ دے مارا۔ آپ کا جواب سن کر شیطان اور ناامید ہو گیا۔ سوچنے لگا کہ دو چار سال اور اسی طرح گزریں تو ہوسکتا ہے کہ یہ بیماری سے پریشان ہو جائیں۔

ایک دن اس نے کیا سنا کہ حضرت ایوبؑ دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ! میری زندگی کا جو وقت گزرا وہ تو گزر گیا، جب یہ بیماری اور غم تیری ہی طرف سے ہے تو اگر آپ مجھے سو سال کی زندگی بھی دیں گے تو میں سو سال بھی اس حال میں آپ کو فراموش نہیں کروں گا۔ جب شیطان نے یہ سنا تو وہ کہنے لگا کہ واقعی یہ اللہ رب العزت کے وہ مقرب بندے ہیں کہ جن کے اوپر میرا کوئی داؤ نہیں چل سکتا۔

اللہ رب العزت نے پھر اپنے اس پیارے نبی علیہ السّلام کو صحت دی۔ بیماری کی حالت میں بیوی کو کہا تھا کہ سو کوڑے لگاؤں گا۔ لہذا اب بات بھی پوری کرنی تھی۔ اب اللہ رب العزت نے ان کی بیوی کے اوپر رحم کھایا اور حضرت ایوب علیہ السّلام سے کہا کہ تم درخت کی چھوٹی چھوٹی پتلی پتلی ٹہنیاں مسواک کے برابر اکٹھی کر لو اور ایک سو کو باندھ کر اس کے جسم پر ایک مرتبہ مارو گے تو ایک سو کوڑے سمجھے جائیں گے۔

یہاں سے ایک بات نکلی کہ جب پروردگار عالم کسی بندے کی غلطی اور کوتاہی کو معاف کرنا چاہتے ہیں تو رب کریم اس کا راستہ خود بتا دیا کرتے ہیں ۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ رب العزت جب کسی بندے کی بخشش کرنا چاہتے ہیں تو اس کے کراماً کاتبین یعنی جو فرشتے روزانہ بدل رہے ہوتے ہیں نیکی اور برائی لکھنے والے، ان میں سے نیکی کے فرشتے کو تو روزانہ بدلتے رہتے ہیں مگر گناہ کے فرشتے کو

نہیں بدلتے۔ وہ وہی فرشتہ رہتا ہے۔ چنانچہ اس کی زندگی میں نیکی کا فرشتہ روزانہ آ کے بدل رہا ہوتا ہے اور گناہوں والا فرشتہ ایک ہی رہتا ہے۔ قیامت کے دن اس بندے کے نامہ اعمال میں گناہ تو لکھے ہوں گے اور ان گناہوں پہ گواہی دینے کے لئے ایک فرشتہ ہوگا۔ جب کہ اس کی نیکیوں کی گواہی دینے کے لئے جتنے اس کی زندگی کے دن تھے اتنے ہی فرشتے کھڑے ہوں گے۔ رب کریم فرمائیں گے میرے بندے کی نیکیوں پر جب اتنے گواہ ہیں تو میں اس کے گناہوں والے ایک گواہ کو کیسے قبول کر لوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جاؤ میں نے بندے کو معاف فرما دیا۔

سیدنا ایوبؑ کے تین انعامات:

اللہ رب العزت نے سیدنا ایوب علیہ السّلام کو فرمایا اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا (ص:44) ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا نِعْمَ الْعَبْدُ (ص:44) میرا کیسا اچھا بندہ تھا اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ (ص:44) وہ میری ہی طرف رجوع کرنے والا تھا۔ تین باتیں کہیں اور ان کے 18 سال کی تکلیف کا حق ادا کر دیا۔ قیامت تک ان صفات کے ساتھ حضرت ایوب علیہ السّلام کا تذکرہ کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ایوبؑ کی بیمار پرسی:

کسی بزرگ کا قول ہے کہ حضرت ایوب علیہ السّلام سے ان کی بیماری کے ایام کے بعد پوچھا گیا کہ حضرت! یہ صحت کا زمانہ اچھا ہے یا وہ بیماری کا زمانہ اچھا تھا۔ فرمانے لگے کہ صحت بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، بیماری بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، لیکن ایک بات عجیب ہے کہ جب میں بیمار تھا اور صبح ہوتی تھی تو اللہ رب العزت پوچھتے تھے کہ ایوب تیرا کیا حال ہے؟ مجھے اس بات سے اتنی لذت ملتی تھی کہ پورا دن مجھے تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ جب شام ہوتی تو اللہ تعالیٰ پھر عیادت فرماتے کہ ایوب! تیرا کیا حال ہے؟ اس

سے ساری رات مجھے تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی ۔ بیماری تو چلی گئی لیکن اللہ رب العزت کی عیادت کرنے کا لطف اور مزہ مجھے آج بھی یاد آتا ہے

صبر کسے کہتے ہیں؟

صبر کہتے ہیں کوئی تکلیف دہ بات پیش آئے تو انسان زبان سے کوئی خلاف شرع بات نہ نکالے نہ جسم کے دوسرے اعضاء سے کوئی خلاف شرع کام کرے، اپنے آپ کو قابو میں رکھے ۔ نہ زبان سے پروردگار کے شکوے کرے، نہ اعمال سے اس کی نافرمانی ہو۔ اگر غم، مصیبت، بیماری اور پریشانی کے باوجود بھی یہ کیفیت ہے تو یہ آدمی صبر کرنے والا کہلائے گا۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب ہمیں کوئی اس قسم کی صورتحال پیش آتی ہے تو ہم دوسرے لوگوں سے اس بات کا بدلہ لینے کے لئے خود تل جاتے ہیں۔

بہترین حکمت عملی:

مثال کے طور پر کسی نے کچھ الفاظ کہہ دیئے جو ہمیں ناگوار گزرے، ہم سوچتے ہیں کہ ہم اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے۔ رشتہ داروں میں کوئی جھگڑے کی بات ہوگئی تو ہم کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک کی تھی ہم دو کریں گے۔ ایسی صورتحال میں اللہ رب العزت ہمیں ہمارے مخالفین کے ساتھ کھلا چھوڑ دیتا ہے کہ تم جانو تمہارا کام جانے، اگر تم صبر کرتے تو تمہاری طرف سے بدلہ لینے والا میں ہوتا، اب چونکہ تم نے خود قدم اٹھالیا، اس لئے میں تمہارا معاملہ تمہارے اوپر چھوڑ دیتا ہوں۔ اس لئے بہترین حکمت عملی یہ ہے کہ جب بھی کوئی ایسی بات انسان کو پیش آئے تو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے۔

محبوبہ اور محبوب کا بدلہ:

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک بزرگ اللہ والے جا رہے تھے۔ سردی کا موسم تھا، بارش بھی تھی۔ سامنے سے میاں بیوی آرہے تھے۔ ان بزرگوں کے جوتے سے ایک دو چھینٹیں اڑیں اور عورت کے کپڑوں

پر جا گریں۔ خاوند نے جب دیکھا تو اسے بڑا غصہ آیا۔ کہنے لگا، تو اندھا ہے، تجھے نظر نہیں آتا، تو نے میری بیوی کے کپڑے خراب کر ڈالے۔ غصے میں آکر اس نے اس اللہ والے کو ایک تھپّڑ لگا دیا۔ بیوی بڑی خوش ہوئی کہ تم نے میری طرف سے خوب بدلہ لیا۔ پھر خوشی خوشی دونوں گھر چلے گئے۔ یہ اللہ والے آگے چلے گئے۔ تھوڑی دور آگے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک حلوائی کی دکان ہے۔ حلوائی نے سوچا تھا کہ آج سردی ہے لہذا آج مجھے اللہ کا جو بھی بندہ سب سے پہلا نظر آیا میں اس کو اللہ کے لئے گرم دودھ کا ایک پیالہ ضرور پلاؤں گا۔ اب وہ انتظار میں تھا۔ یہ بزرگ جب اس کے قریب سے گزرے تو اس نے بلایا، بٹھایا اور گرم گرم دودھ کا پیالہ پیش کیا۔ سردی تو تھی ہی سہی۔ انہوں نے وہ گرم دودھ کا پیالہ پیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ دکان سے باہر نکل کر آسمان کی طرف دیکھا اور کہا واہ اللہ! تیری شان بھی کتنی عجیب ہے، کہیں تو مجھے تھپّڑ لگواتا ہے اور کہیں مجھے گرم دودھ کے پیالے پلواتا ہے۔ اتنے میں وہ میاں بیوی اپنے گھر کے قریب پہنچ چکے تھے۔ خاوند سیڑھیوں پہ چڑھ رہا تھا کہ اس کا پاؤں اٹکا، وہ گردن کے بل گرا اور وہیں اس کی موت واقع ہوگئی۔ بیوی نے کہا کہ تھوڑی دیر پہلے ایک واقعہ پیش آیا تھا۔ اس بوڑھے نے کہیں اس کے لئے بددعا تو نہیں کر دی۔ لوگ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اس نے ایک تھپّڑ ہی مارا تھا آپ معاف کر دیتے، آپ نے اس کے لئے بددعا کر دی۔ انہوں نے کہا، نہیں میں نے کوئی بددعا نہیں کی۔ بات درحقیقت یہ ہے کہ اس کو بیوی سے محبّت تھی، جب بیوی کو تکلیف پہنچی تو اس نے بدلہ لیا، مجھ سے میرے پروردگار کو محبّت تھی جب مجھے تکلیف پہنچی تو میرے پروردگار نے بدلہ لے لیا۔ تو جب انسان اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بدلہ لے لیا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے جنگ......معاذ اللہ!!!

اسی لئے فرمایا مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ جو میرے ولی سے دشمنی کرے گا میرا اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ایسا شخص ولی سے دشمنی نہیں کر رہا ہوتا بلکہ اللہ سے جنگ کر رہا ہوتا ہے۔اور جس نے اللہ تعالیٰ سے جنگ کی پھر اللہ رب العزت اس بندے کی گردن مروڑ دیا کرتے ہیں اور اسے تگنی کا ناچ نچا دیا کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے حاسدین:

یہ سادہ سا اصول ہے کہ دنیا میں جتنے بڑے لوگ گزرے ان کے مخالفین اور حاسدین اتنے ہی زیادہ، نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کے حاسدین اور مخالفین سب سے زیادہ تھے۔اسی لئے حاسدین کے حسد سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک آیت نازل فرمائی وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (الفلق:5) سیدہ فاطمۃ الزہراؓ فرماتی تھیں کہ میرے والد گرامی پر اتنی مصیبتیں آئیں کہ اگر وہ مصیبتیں دن کے اوپر آپڑتیں تو دن بھی رات میں تبدیل ہو جاتا۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا صبر:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مخالف تھا۔اس کو پتہ چلا کہ آپ کے والد کی وفات ہوگئی۔ والدہ بوڑھی تھیں،نوے سال کے قریب عمر ہوگی۔ وہ ایک دن آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ شرع شریف میں حکم ہے کہ تم بیواؤں کا نکاح کردو۔تمہاری والدہ چونکہ بیوہ ہو چکی ہیں، میں نے سنا ہے کہ بڑی خوبصورت ہیں،حسینہ وجمیلہ ہیں۔تو میں چاہتا ہوں کہ میں ان کے ساتھ نکاح کروں۔حضرتؒ نے سنا تو بھانپ گئے۔فرمانے لگے، بھئی! میری والدہ عاقلہ بالغہ ہیں اور اس عمر کی عورت کو شرعی طور پر اپنا فیصلہ

خود کرنے کا اختیار ہوتا ہے، میں ان کے سامنے جا کر بات کر دیتا ہوں۔ اس نے کہا، بہت اچھا۔ حضرتؒ نے اپنے گھر کی طرف جانے کے لئے دو قدم اٹھائے تو کیا دیکھا کہ اس آدمی کے پیٹ کے اندر کوئی درد اٹھا۔ اسی درد کے اندر وہ بندہ گرا اور وہیں پر اس کی موت آ گئی۔ امام اعظمؒ فرمایا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ کے صبر نے ایک بندے کی جان لے لی۔

صبر کے درجات:۔

معزز سامعین! صبر کے تین درجات ہیں۔

تائبین کا صبر:

پہلا درجہ تائبین کا ہے۔ اس کا کیا مطلب کہ انسان اپنا غم اور پریشانی دوسروں کو بتانا چھوڑ دے۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ بیوی خاوند کو نہ بتائے، بیٹا باپ کو نہ بتائے، مریض حکیم کو نہ بتائے۔ نہیں، یہ ضروریات ہیں، ایک ہوتا ہے تذکرۂ احوال کے لئے بتانا وہ نہیں بتانا چاہئے۔ اس کو بتایا اس کو بتایا، یہ جو ہوتا ہے ناں حالات سنانے کی خاطر بتانا، اس سے منع کیا گیا ہے۔ ورنہ کوئی تکلیف ہے تو ڈاکٹر کو بتا دینے میں کوئی حرج نہیں۔ بیٹا باپ کو بتائے کوئی حرج نہیں، بیوی خاوند کو بتائے تو کوئی حرج نہیں۔ آخر بیوی کس کو سنائے گی، اگر اپنے خاوند کو نہ بتائے۔ لیکن جس چیز سے منع کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں کی زبان پر بات ہی یہی رہتی ہے، جہاں بیٹھے بس جی کیا کریں عجیب مصیبتوں میں پھنسے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ تو ہماری سنتا ہی نہیں، اس قسم کی گفتگو ہمیشہ شکوے میں شامل ہوتی ہے۔ ایسا کہنے والے گویا یوں کہہ رہے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ اچھا نہیں کیا۔

زاہدین کا صبر:

دوسرا درجہ زاہدین کا ہے۔ وہ درجہ یہ ہے کہ انسان کو اگر کوئی مصیبت پیش آئے تو وہ اس کے اوپر راضی

رہے۔ جب بندہ ہر حال میں راضی ہوتا ہے، اچھے حالات ہوں تو بھی راضی ہے، برے حالات ہوں تو بھی راضی، تو وہ زاہدین کا صبر کہلاتا ہے۔ شاعر نے کہا

لطف سجن دم بدم قہر سجن گاہ گاہ　　ایں بھی سجن واہ واہ اوں بھی سجن واہ واہ

صدیقین کا صبر:

ایک تیسرا مرتبہ ہے جسے صدیقین کا درجہ کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہوتا ہے کہ جب بندے پر کوئی بلا اور مصیبت آتی ہے تو وہ اس پر خوش ہوتا ہے کہ پروردگار مجھ سے راضی ہے۔ کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ خوشیاں اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ باندھ کے روزانہ کھڑی ہوتی ہیں کہ اے اللہ! ہمارے لئے کیا فیصلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فلاں فلاں ظالمین اور مخالفین کے پاس چلی جاؤ، خوشیوں کو ان کے ہاں بھیج دیتے ہیں۔ اس کے بعد فاقے، پریشانیاں اور غم وغیرہ رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اچھا تم میرے پیاروں کے پاس چلے جاؤ۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس بندے کو اللہ اور اس کے رسول سے محبّت ہو اس پر پریشانیاں اس طرح آئیں گی جیسے پانی ڈھلوان کی طرف تیزی کے ساتھ چلتا ہے۔ نیکی اور دینداری کی زندگی میں یہ پریشانیاں تو آتی ہیں لیکن یہ تھوڑی سی پریشانیاں ہیں۔ سو سال، پچاس سال کی زندگی میں دو دن، چار دن کی پریشانی کیا حیثیت رکھتی ہے۔ جب کہ آگے جا کر ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی میں اس کا اجر اور ثواب ملے گا۔ تاہم اللہ والوں کی نظر اس پر ہوتی ہے کہ اگر ہمارا اللہ تعالیٰ کے ہاں درجہ ہوگا تو ہمارے اوپر آزمائش اور ابتلائیں آئیں گی۔

صبر......رفع درجات کا سبب:

بعض اوقات بندہ اپنی عبادات کی وجہ سے اللہ رب العزت کے قرب کے وہ مقامات نہیں پا سکتا جو اللہ تعالیٰ اسے دینا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پھر اس کے اوپر کچھ برے حالات بھیج دیتے ہیں۔ جب وہ بندہ

ان حالات میں صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سبب بنا کر اس بندے کو بلند مقام عطا فرما دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ روایات میں آیا ہے کہ جب کوئی بیمار آدمی صحت یاب ہوتا ہے تو اپنے گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔ خزاں کے موسم میں درخت کے پتے گرتے ہیں اسی طرح بیمار آدمی کے جسم سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو دور کر دیا کرتے ہیں۔

پرنم آنکھوں کا بدلہ:

حضرت عبداللہ ابن سلامؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کا دن ہوگا۔ حساب کتاب ابھی قائم نہیں ہوگا کہ ایک منادی اعلان کرے گا کہ جن لوگوں کا اللہ تعالیٰ پر حق ہے وہ اپنا حق لے لیں۔ اور مخلوق حیران ہوگی کہ اللہ تعالیٰ پر کس کا حق ہے تو وہ پوچھے گی کہ اللہ تعالیٰ پر حق کس کا ہے؟ تو فرشتہ کہے گا کہ جس بندے کو دنیا میں کوئی غم پہنچا جس کی وجہ سے اس کی آنکھیں پرنم ہو گئیں اب اس بندے کا اللہ پر حق ہے کہ یہ ان پرنم آنکھوں کا بدلہ اپنے پروردگار سے لے لے۔ چنانچہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے کہ مجھے بھی غم ملا تھا، مجھے بھی غم ملا، میں بھی رویا تھا، میں بھی رویا تھا۔ یوں ان کو اللہ رب العزت اپنی شان کے مطابق اجر دیں گے جو ان کے گناہوں کی بخشش کے لئے کافی ہو جائے گا۔

بلا حساب جنت میں داخلہ:

ایک روایت میں آیا ہے کہ ابھی میزان عدل قائم نہیں ہوگا کہ ایک فرشتہ اعلان کرے گا کہ صبر کرنے والے کہاں ہیں تو صبر کرنے والے کھڑے ہو جائیں گے۔ وہ فرشتہ ان کو لے کر جنت کی طرف جائے گا اور کہے گا کہ جاؤ۔ وہ صبر کرنے والے سارے کے سارے جنت کے دروازے پر پہنچ جائیں گے اور کہیں گے کہ جنت کا دروازہ کھولو اور ہمیں جنت میں داخل ہونے دو۔ اب رضوان جو جنت کا داروغہ ہے وہ حیران ہو کر اللہ تعالیٰ سے پوچھے گا کہ اے اللہ! ابھی تو میزان عدل قائم ہی نہیں ہوا اور یہ آپ کے

بندے جنت میں داخلے کے متمنّی ہیں۔ اے اللہ! میرے لئے کیا حکم ہے؟ پروردگار فرمائیں گے، میں نے اپنا حکم اپنی کتاب میں نازل فرمادیا تھا کہ اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (ص:44) یہ میرے وہ بندے ہیں جن کے ساتھ بلا حساب معاملہ ہے۔ رضوان! جنت کے دروازے کو کھول دے اور صبر کرنے والوں کو بلا حساب جنت میں داخل ہونے دے۔ ان سے کوئی حساب کتاب نہیں لیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے معذرت:

بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ قیامت کے دن اللہ رب العزت ایک بندے کو کھڑا کریں گے۔ یہ وہ بندہ ہوگا کہ جس کا رزق دنیا میں تھوڑا ہوگا، تنگ ہوگا، اور وہ تنگی کے اوپر صبر اور شکر کے ساتھ وقت گزارے گا۔ اللہ رب العزت اپنے اس بندے سے اس طرح معذرت کریں گے جس طرح دوست اپنے دوست سے معذرت کیا کرتا ہے۔ یوں معذرت فرمائیں گے کہ میرے بندے میں نے دنیا میں تمہیں تھوڑا رزق دیا تھا کوئی بات نہیں، اچھا میں تجھے آج اپنی نعمتیں دیتا ہوں۔ لہذا اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جنتیں عطا فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں غریب لوگوں کی قدر:

جو دنیا میں غربت کی زندگی گزاریں گے وہ پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ اور وہاں ایک دن دنیا کے ستر ہزار سال کے برابر ہوگا۔ ایک سال کتنا لمبا ہوگا؟ اور پانچ سو سال کا عرصہ کتنا ہوگا؟ (یہ ایمان والوں کی بات ہو رہی ہے) دنیا میں ایمان والے غریب لوگ ان ایمان والے امیر لوگوں سے جن کو دنیا میں سکھ اور آسانیوں کی زندگی ملی، اللہ تعالیٰ ان کو پانچ سو سال پہلے جنت عطا

فرمائیں گے اور جو بندہ دنیا میں بے صبری کرے گا وہ اپنے اجر کو کھو بیٹھے گا۔

ایک گرانقدر ملفوظ:

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ اے دوست! تم غم آنے کے پہلے دن وہی کیا کرو جو لوگ غم آنے کے تیسرے دن کیا کرتے ہیں۔فرض کرو گھر میں کوئی فوت ہو گیا تو تیسرے دن لوگ کیا کرتے ہیں؟ دعا کر کے اپنے اپنے کاموں میں چلے جاتے ہیں کہ سوگ تو تین تک ہے۔تو جب تیسرے دن صبر والا کام کرنا ہے تو وہی کام انسان پہلے دن ہی کیوں نہ کر لے تا کہ صبر کا اجر مل جائے۔ یاد رکھئے کہ بے صبری سے مصیبتیں نہیں ٹلا کرتیں البتہ ان مصیبتوں پر ملنے والا اجر ضائع ہو جایا کرتا ہے۔اس ملنے والے اجر سے انسان محروم ہو جایا کرتا ہے۔

عاملین کے پاس جھرمٹ کی وجہ:

کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ذرا سی کوئی بات ہو تو عورتیں تعویذ لینے کے لئے عاملین کے پاس جاتی ہیں۔ جی ذرا دے دو فلاں کے بارے میں، وہ سمجھتی ہیں کہ ان عاملوں کے پاس جا کر ہم کالا علم کروائیں اور جادو کروالیں تا کہ فلاں کا کاروبار نہ چلے یا ان کی اولاد کی بندش ہو وغیرہ وغیرہ ۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کا فرمان:

حضرت صدیق اکبرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جس آدمی نے کوئی مصیبت آنے پر بے صبری کی باتیں کیں یا اپنے کپڑوں کو کالا کر لیا، اللہ رب العزت اس کو اتنے گناہ عطا کریں گے جو اس کی ساری زندگی کے سانسوں کے برابر ہوں گے۔

سیدنا عمرؓ کا فرمان:

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جس آدمی نے مصیبت کے آنے پر بے صبری کی، لوگوں کے سامنے اللہ

کی شکایتیں کیں تو اب اللہ رب العزت اس کے نامۂ اعمال میں اتنے گناہ لکھوائیں گے جتنا کہ دریائے نیل کے پانی کے قطرے ہوں گے۔

حضرت عثمان غنیؓ کا فرمان:

حضرت عثمان غنیؓ فرماتے تھے کہ جس نے اللہ رب العزت کی طرف سے بھیجی ہوئی مصیبت پر بے صبری کا مظاہرہ کیا، کپڑوں کو سیاہ کیا، جزع وفزع کی، اللہ رب العزت اس کے نامہ اعمال میں اتنے گناہ لکھوائیں گے جتنے کہ پوری دنیا کے دن رات شمار کئے جائیں گے۔ تو بے صبری پر نیکی کا اجر بھی ضائع اور الٹا گناہ نامہ اعمال میں لکھے جائیں گے۔

نصرت الٰہی کے لئے ایک سنہری اصول:

محترم جماعت! اگر کوئی آدمی آپ کی مخالفت کر رہا ہے، دشمنی کر رہا ہے یا حسد کر رہا ہے تو آپ اپنے معاملے کو اللہ کے سپرد کر دیں۔ عاملوں کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں، کوئی تعویذ گنڈوں کی ضرورت نہیں، اپنے مولا سے تار جوڑیئے اسی سے مدد مانگئے، معاملے کو اسی کے حوالے کر دیجئے پھر دیکھئے اللہ تعالیٰ آپ کی کیسے مدد فرماتا ہے۔

ایک علمی نکتہ:

یہاں ایک علمی نکتہ ہے، شاید سب لوگ تو نہ سمجھ پائیں لیکن علماء اس کو اچھی طرح سمجھیں گے۔ آپ کا مخالف جس طریقے سے آپ کو پریشان کر رہا ہے اور آپ اس کے اوپر صبر کر رہے ہیں اس صبر کی وجہ سے اللہ رب العزت اسی طریقے پر آپ کو سکون اور اطمینان عطا فرمائیں گے۔ جس انداز سے بندے کو غم ملتا ہے اگر وہ صبر کر لے تو اسی انداز سے اس کو خوشی عطا کر دی جاتی ہے۔

پہلی دلیل:

اب اس کی دلیل قرآن پاک سے سنئے کیونکہ جب تک اس کتاب سے بات نہ ہو تو محفل کا مزہ بھی تو نہیں آتا۔ سیدنا موسیٰؑ کی والدہ جب آپ کو دریا میں ڈال رہی تھیں تو پانی دیکھ کر غم ملا تھا۔ واقعی یہ غم کی کیفیت تھی پانی میں بیٹے کو ڈالنے کی وجہ سے ان کے دل میں صدمہ تھا۔ حکم الٰہی تو پوا کر رہی تھیں مگر ماں کی ممتا کوئی اور چیز ہوتی ہے وہ تو بس میں نہیں ہوتی۔ تو بڑے صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کو مانتے ہوئے وہ اپنے بیٹے کو لے جا کر پانی میں ڈال رہی تھیں اور یہ دریا کا پانی ان کے لئے غم اور مصیبت کا سبب بن رہا تھا وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا (القصص:10) اس کا دل اس وقت اتنا پریشان تھا کہ ساری رات پریشانی میں گزار دی۔ جب پانی سبب بنا ان کو پریشانی ملنے کا تو پھر اللہ نے وہ دن بھی دکھایا جب فرعون کو اللہ نے اسی پانی کے اندر غرق کر دیا۔ جو پانی غم کا سبب بنا تھا اسی پانی کو بنی اسرائیل کی نجات کا سبب بنا دیا تھا۔

دوسری دلیل:

دوسری دلیل بھی سنئے تاکہ بات اور مؤکد ہو جائے، مضبوط سے اضبط ہو جائے اور قرآنی اصول سامنے آجائے۔ سیدنا یعقوب علیہ السّلام کا واقعہ دیکھئے، آپ کے بیٹے آپ کے پاس یوسف علیہ السّلام کی قمیص لے کے آتے ہیں۔ وَ جَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً یَّبْكُوْنَ (یوسف:16) روتے ہوئے آگئے، کہنے لگے کہ ہم نے بھائی کو چھوڑا تھا کہ ہم بھاگیں اور دوڑیں فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ (یوسف:17) اور ان کو تو بھیڑیا کھا گیا۔ یعقوبؑ کو انہوں نے لباس دکھایا اب وہ قمیص دیکھ کر آپ کے دل کو صدمہ پہنچا۔ ظاہری سبب قمیص بنی مگر آپ نے اس کے اوپر صبر کیا۔ چنانچہ ایک وہ وقت آیا کہ جب سیدنا یوسفؑ اپنے بھائیوں کو بتاتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تخت و تاج عطا فرما دیا، تو پھر آپ نے ایک آدمی کو اپنی قمیص

دے کر بھیجا کہ جاؤ میرے والد کو عطا کر دو۔ ان کی رو رو کر بینائی زائل ہوگئی تھی۔ جب یوسفؑ کا قمیص انہوں نے آنکھوں سے لگایا تو اللہ نے بینائی عطا فرما دی اور یوسفؑ کو اپنے والد سے ملا دیا۔ جو قمیص ان کے لئے غم اور مصیبت کا سبب بنا تھا اللہ تعالیٰ نے اسی قمیص کو ان کی خوشی کا سبب بنا دیا۔

ایک اصول سمجھئے، قرآنی فیصلہ سمجھئے کہ جن اسباب سے انسان کو غم اور مصیبت پہنچتی ہے اگر وہ صبر کر لے گا اللہ رب العزت انہی اسباب پر عزتیں عطا فرما دیں گے۔ تو پھر غمزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ جب کوئی ایسی بات پیش آئے تو انسان پہاڑ کی طرح اپنے دل کو بڑا کر لے اور پھر دیکھے کہ رب کریم کس طرح مہربانی فرماتے ہیں۔

ہم بدلہ نہ لیں:

عام طور پر ہم کسی بچے پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے، حالانکہ سو طرح کی ہمارے اندر خامیاں موجود ہیں تو کیا سوچتے ہیں اس رب کریم کے بارے میں جو اپنے بندوں پر مہربان بھی ہے، رحیم بھی ہے، رحمان بھی ہے، غفور بھی ہے، عفو بھی ہے، وہ پروردگار اپنے بندے پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ کیسے ڈال دیں گے۔ اس لئے غم اور مصیبت تھوڑے وقت کے لئے آتے تو ہیں مگر بندے کے درجات کو بڑھانے کے لئے آتے ہیں۔ تو صبر کرتے رہیے، دنیا میں بدلہ لینے کی کوئی ضرورت نہیں، ہمارا بدلہ لینے والا پروردگار بہت بڑا ہے۔ ہم بدلہ لیں گے تو کیا لے سکتے ہیں، اور اگر پروردگار نے بدلہ لے لیا تو پھر پروردگار کا بدلہ تو پھر دنیا دیکھے گی۔

کچہریوں میں مقدمہ بازی کیوں؟

آج ہماری کچہریاں کیوں بھری پڑی ہیں؟ یہ مقدمے کیوں ہوتے ہیں؟ کچھ بیچارے تو ساری زندگی ہی بدلہ لینے میں گزار دیتے ہیں۔ خاندانوں کے خاندان پریشان رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ بچہ پیدا ہوتا ہے اور

ذرا بڑا ہوتا ہے تو ماں بتانا شروع کر دیتی ہے کہ بیٹے تم نے بڑا ہو کر فلاں سے بدلہ لینا ہے۔

پریشانی دور کرنے کا آسان نسخہ:

بنیادی بات سمجھانے کا مقصد کیا ہے کہ عورتیں بجائے اس کے کہ بھاگتی پھریں ان عاملوں کے پاس اور کالے علم والوں کے پاس، جادو والوں کے پاس اور اپنے ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں، اس سے بہتر ہے کہ جب کبھی پریشانی آئے تو اپنے رب کی طرف توجہ کیجئے نفلیں پڑھ لیجئے، رب کریم کے سامنے سر سجدے میں ڈال کے دعائیں کر لیجئے، فریاد کر لیجئے، آپ مانگیں گے تو پروردگار عطا فرما دیں گے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ ایک بچہ جو اپنی ماں سے کچھ پیسے مانگتا ہے اور ماں اسے کہتی ہے کہ ہر وقت تجھے پیسے مانگنے کی عادت ہے، جا دفع ہو میں تجھے نہیں دیتی، وہ بچہ ضد کر لیتا ہے۔ پھر مانگتا ہے، پھر ماں پیچھے ہٹاتی ہے، پھر وہ بچہ مانگتا ہے حتیٰ کہ ماں غصے میں آ کر تھپّڑ بھی لگا دیتی ہے۔ وہ رونا شروع کر دیتا ہے پھر ماں کے قریب آ تا ہے، پھر مانگتا ہے، پھر ماں دیکھتی ہے کہ میں نے مارا بھی سہی، رو بھی رہا ہے، پھر بھی میرے ہی سینے سے لپٹ رہا ہے، ماں کا غصہ اس کی رحمت میں بدل جاتا ہے اور ماں اس کے کہنے سے بھی زیادہ چیزیں لے کے دے دیتی ہے۔ یہی معاملہ پروردگار کا ہے اگر وہ کبھی بندے کے اوپر کوئی غم اور مصیبت بھیج دیتا ہے اور بندہ پھر بھی اس کے سامنے سجدہ ریز رہتا ہے اسی کے سامنے فریاد کرتا رہتا ہے تو رب کریم فرماتے ہیں کہ یہ بندہ خوشی میں بھی میرا شکر ادا کرتا تھا اور میں نے غم کے حالات بھیجے پھر بھی میری چوکھٹ پکڑ لی، پھر بھی میرے سامنے سجدہ ریز رہا، یہ میرے سامنے دامن پھیلائے بیٹھا ہے، اس نے مجھ سے تار جوڑی ہوئی ہے، یہ غم کسی کو نہیں کہتا، اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے ہیں، تنہائیوں میں میرے سامنے روتا ہے، جب یہ کسی اور کو کچھ نہیں بتاتا مجھے ہی بتا رہا ہے تو یاد رکھ کہ میں پروردگار بڑی شان والا ہوں۔ لہذا پروردگار اس کی دعاؤں کو قبول کر لیتے ہیں اور غموں کو ہٹا کر اسے

خوشیاں عطا کر دیتے ہیں۔

اسی لئے صبر کرنے والے کا ہر آنے والا دن اس کے گزرے ہوئے دن سے بہتر ہوا کرتا ہے۔ اور بے صبری کرنے والے کا ہر آنے والا دن اس کے گزرے ہوئے دن سے بدتر ہوا کرتا ہے۔

صبر......معیت خداوندی کا ذریعہ:

یہ پکی بات ہے اپنے دلوں پر لکھ لیجئے، اللہ رب العزت کو صبر کرنے والوں سے محبّت ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (البقرہ:153) بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ وہ تو صبر کرنے والوں کے ساتھ محبّت کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معیت ان کو نصیب ہے۔ جس کے ساتھ پروردگار ہوتا ہے پھر کوئی بندہ اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ اگر اپنی بات کہنی ہو تو فقط اللہ کے سامنے کہیں۔ اس پروردگار نے حالات بھیجے ہیں۔ جو بھیجنے والا ہوتا ہے حالات کو واپس بھی وہی لے لیا کرتا ہے۔ ہم اس کے در پہ تو جاتے نہیں اور ہم ہر در کے اوپر جا رہے ہوتے ہیں۔ در در پر ہاتھ پھیلا رہے ہوتے ہیں، شکوے سنا رہے ہوتے ہیں۔ اس طرح ہم اپنی پریشانیوں میں اور اضافہ کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں اور ان کو بڑا اجر عطا فرما دیتے ہیں۔

بخشش کا عجیب بہانہ:

چنانچہ ایک آدمی کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی بیوی بے عقل سی تھی، غلطیاں کر بیٹھتی تھی، کبھی کوئی نقصان کبھی کوئی نقصان۔ غصہ تو اس آدمی کو بہت آتا لیکن سوچتا کہ اگر میں نے اسے طلاق دے دی تو یہ بیچاری تو پریشان ہو جائے گی، پھر کون اسے لے گا، چلو اس کی زندگی بھی گزر جائے گی اور میرا بھی وقت

گزر جائے گا۔لہٰذا وہ اس کی غلطیوں کو معاف کر دیتا کہ کوئی بات نہیں اللہ کی بندی ہے۔اسی حال میں زندگی گزار دی۔حتیٰ کہ اس کی وفات ہوگئی مرنے کے بعد کسی نے اسے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ سنائیے آپ کے ساتھ کیا معاملہ بنا؟ کہنے لگا، میں اللہ رب العزت کے حضور پیش کیا گیا۔اللہ رب العزت نے فرمایا، میرے بندے! تو اپنی بیوی کو میری بندی سمجھ کے معاف کیا کرتا تھا، جا، آج میں نے تجھے اپنا بندہ سمجھ کے معاف کر دیا۔تو دیکھا کہ اللہ رب العزت کس طرح مہربانی فرما دیتے ہیں۔اس لئے غموں پر پریشان نہ ہوا کریں، یہ زندگی کا حصہ ہیں، اگر خوشیاں ہمیشہ نہیں رہتیں تو پھر غم بھی ہمیشہ نہیں رہا کرتے۔

تنگی کے بعد دو آسانیاں:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ○ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ○ (الانشراح:5-6) ہر تنگی کے بعد آسانی ہوتی ہے اور ہر تنگی کے بعد آسانی ہوتی ہے۔اس کو دو مرتبہ کہا حالانکہ بات تو ایک دفعہ ہی کہہ دینا کافی تھی مگر رب کریم نے دو مرتبہ جو بات کو دہرایا تو اس کی بھی کوئی وجہ ہوگی۔لہٰذا مفسّرین نے لکھا کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب تنگی کے اوپر بندہ صبر کر لیتا ہے تو اللہ رب العزت ایک تنگی کے بدلے اسے دو آسانیاں عطا فرمایا کرتے ہیں۔تنگی ایک ہوتی ہے خوشیاں دو مل جاتی ہیں۔لہٰذا صبر کیجئے اور اپنی تنگی اور پریشانی کا بدلہ دگنا پا لیجئے

پریشانی اور خوشحالی میں اللہ والوں کی کیفیت:

اللہ والے تو ایسے پریشانی کے حال میں زیادہ خوش ہوتے ہیں۔وہ کہتے ہیں

تیرا غم بھی مجھ کو عزیز ہے کہ وہ تیری دی ہوئی چیز ہے

وہ اس کو نہیں دیکھتے کہ پریشانی آئی، یہ دیکھتے ہیں کہ بھیجنے والا کون ہے۔اس لئے داؤد طائیؒ کو اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا، کہ اے داؤد! اگر تجھے کسی وقت کھانے میں کوئی سڑی ہوئی سبزی بھی ملے تو دل تنگ نہ کرنا بلکہ اس بات کو سوچنا کہ جب میں نے رزق کو تقسیم کیا تو اے میرے بندے! تو مجھے یاد تھا، میں نے تیری طرف رزق بھیجا، جب بھیجا میں نے ہے تو میں تجھے اس کا بدلہ اور اجر بھی عطا کروں گا۔اس لئے ایسی باتوں پر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اللہ والوں کے اوپر کوئی ایسی پریشانی غم اور بلا نہ آئے تو وہ تو کئی مرتبہ گھبرایا کرتے ہیں کہ یہ کوئی ہمارے اوپر آزمائش تو نہیں آ گئی۔وہ ڈرتے اور کانپتے ہیں کہ یہ کوئی امتحان تو نہیں ہے۔ بلکہ ان کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ اگر ان کی امید سے بڑھ کر آسانی کہیں ملتی ہے تو رونے لگ جاتے ہیں کہ کہیں نیکیوں کا اجر دنیا میں ہی تو نہیں مل رہا۔اور یہی صحابہؓ کا مزاج تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے پانی مانگا، ان کو شربت پیش کیا گیا۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگے کہ کہیں عمرؓ کی نیکیوں کا بدلہ اس کو دنیا میں تو نہیں دیا جا رہا۔اور قیامت کے دن یہ نہ کہہ دیا جائے

أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا (الاحقاف:20)

حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک مرتبہ اپنے غلام سے کہا کہ نزلہ صاف کرنے کے لئے کوئی چیز لاؤ۔ وہ ایک قیمتی کپڑے کا ٹکڑا لایا۔حضرت ابو ہریرہؓ اس کو دیکھ کر رو پڑے کہ کہیں میرے اعمال کا بدلہ مجھے دنیا میں ہی تو نہیں چکایا جا رہا۔معلوم ہوا کہ اللہ والوں کو دنیا میں خوشیاں ملتی ہیں تو وہ پریشان ہو جاتے ہیں کہ کہیں ہمارے اوپر آزمائش تو نہیں آ گئی۔اور ان کو اگر کوئی غم ملتے ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں جس بندے کو دنیا میں غم عطا کروں گا اسے آخرت کی خوشیاں دوں گا اور جسے دنیا

کی خوشیاں مل گئیں اس کے بدلے اسے آخرت کے غم عطا کر دیئے جائیں گے۔

گناہوں کا کفارہ:

فرمایا کہ دو خوشیاں اور دو غم کبھی اکٹھے نہیں کروں گا۔ یہ نہیں کہ دنیا میں بھی غم ملیں اور آخرت میں بھی غم ملیں، دنیا کی بھی خوشیاں ملیں اور آخرت کی بھی خوشیاں ملیں۔ نہیں ایک جگہ اگر غم ملیں گے تو دوسری جگہ اللہ تعالیٰ خوشیاں عطا فرمائیں گے۔ اس لئے دنیا میں غم مل جائیں تو کیا یہ بہتر نہیں کہ تھوڑے وقت کے لئے آئیں گے۔ اور دنیا میں غم بہت زیادہ بھی نہیں آسکتے۔ آخرت کے غم بہت بڑے ہوں گے اور بہت دراز وقت کے لئے ہوں گے۔ اس لئے دنیا ہی میں غم کے حالات پیش آجائیں تو انسان ان کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھے۔ سمجھ لیا کریں کہ میری جو بھی غلطیاں کوتاہیاں تھیں مجھے دنیا میں ہی ان کا بدلہ دے دیا گیا۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ میرے ساتھ رحمت کا معاملہ کریں گے

ایک صحابیہؓ کی سبق آموز داستان:

ایک صحابیہ ؓ کا عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ان کی شادی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حسن و جمال بھی عجیب دیا تھا اور شادی بھی ہوئی ایک بڑے امیر کبیر صحابیؓ سے کہ جن کے پاس رزق کی فراخی تھی۔ ہر طرح کی عیش و آرام کے سامان تھے۔ میاں بیوی میں خوب محبّت تھی اور اچھا وقت گزر رہا تھا۔ حتیٰ کہ بیوی اپنے خاوند کی خدمت بھی کرتی اور انہیں خوش بھی رکھتی۔ دونوں میاں بیوی خوشی خوشی زندگی گزار رہے تھے۔

ایک رات خاوند کو پیاس محسوس ہوئی۔ اس نے بیوی سے کہا، مجھے پانی دو۔ بیوی اٹھی اور پانی لے آئی۔ جب پانی لے کے واپس آئی تو خاوند سو چکا تھا۔ وہ پانی کا پیالہ لے کر کھڑی رہی۔ حتیٰ کہ جب ان کی دوبارہ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ بیوی پانی لے کر کھڑی ہے۔ وہ بڑے خوش ہوئے۔ انہوں نے اٹھ کر پانی پیا اور بیوی سے کہا، میں آج اتنا خوش ہوں کہ تم اتنی دیر پانی کا پیالہ لے کر میرے انتظار میں کھڑی رہیں۔

آج تم جو کہو گی میں تمہاری فرمائش پوری کروں گا۔ جب خاوند نے یہ کہا تو بیوی کہنے لگی، کیا آپ اپنی بات میں پکے ہیں کہ جو کہوں گی پورا کریں گے؟ کہنے لگے، ہاں پورا کر کے دکھاؤں گا۔ کہنے لگی کہ اچھا پھر آپ مجھے طلاق دے کر فارغ کر دیجئے۔ اب جب طلاق کی بات ہوئی تو وہ صحابی بڑے پریشان ہوئے کہ اتنی خوبصورت، خوب سیرت، اتنی وفادار اور خدمتگار بیوی کہہ رہی ہے کہ آپ مجھے طلاق دے دیجئے۔ پوچھنے لگے، بی بی! کیا تجھے مجھ سے کوئی تکلیف پہنچی ہے؟ کہنے لگی، بالکل نہیں۔ بی بی! کیا میں نے آپ کی بے قدری کی ہے؟ ہرگز نہیں، کوئی آپ کی امیدوں کو توڑا ہے، کوئی آپ کی بات پوری نہیں کی؟ نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ بی بی! کیا آپ مجھ سے خفا ہیں؟ کہنے لگی، ہرگز نہیں۔ تو پھر مجھ سے طلاق کیوں چاہتی ہو۔ کیا آپ مجھے پسند نہیں کرتیں؟ کہنے لگی، یہ بات بھی نہیں، پسند بھی بہت کرتی ہوں، محبّت کرتی ہوں، اسی لئے تو خدمت کرتی ہوں۔ آپ نے کہا تھا کہ میں آپ کی بات کو پورا کروں گا لہذا آپ مجھے طلاق دے کر فارغ کر دیں۔ وہ صحابیؓ حیران ہیں کہ قول بھی دے بیٹھے۔ کہنے لگے اچھا، صبح ہو گی تو ہم نبی علیہ السّلام کی خدمت میں جائیں گے۔ اور آپ ﷺ سے جا کر فیصلہ کروالیں گے۔ وہ کہنے لگی، بہت اچھا۔ چنانچہ میاں بیوی رات کو سو گئے۔

صبح ہوئی تو بیوی کہنے لگی کہ چلو جلدی چلتے ہیں۔ چنانچہ دونوں میاں بیوی گھر سے نکلے اور چاہتے تھے کہ نبی علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اس مسئلہ کا حل دریافت کریں۔ ابھی راستے میں ہی تھے کہ خاوند کا کسی وجہ سے پاؤں اٹکا اور وہ نیچے گرے اور ان کے جسم سے خون نکلنے لگا۔ بیوی نے فوراً اپنا دوپٹہ پھاڑا اور خاوند کے زخم پر پٹی باندھی۔ اس کے بعد اس کو سہارا دیا اور کہنے لگی کہ چلو گھر واپس چلتے ہیں، میں آپ سے طلاق نہیں لیتی۔ وہ حیران ہوئے کہ جب تم نے طلاق کا مطالبہ کیا نہ مجھے اس وقت سمجھ آئی اور اب کہتی ہو کہ طلاق نہیں چاہئے تو مجھے اس کی بھی سمجھ نہیں آرہی، کہنے لگی، گھر تشریف لے چلیں وہاں جا

کر میں آپ کو بات بتا دوں گی۔

جب گھر جا کر بیٹھے تو کہنے لگے، کہ مجھے بتاؤ تو سہی کیا بات ہے۔ کہنے لگی، آپ ہی نے چند دن پہلے نبی علیہ السّلام کی حدیث سنائی تھی کہ جس بندے سے اللہ رب العزت محبّت کرتے ہیں اس بندے کے اوپر اس طرح پریشانیاں آتی ہیں جس طرح پانی اونچائی سے ڈھلوان کی طرف جایا کرتا ہے۔ میں نے نبی علیہ السّلام کا فرمان سنا، میں دل میں سوچتی رہی کہ میں نے آپ کے گھر میں کوئی پریشانی نہیں دیکھی، کوئی غم نہیں دیکھا، کوئی مصیبت نہیں دیکھی، تو میرے دل میں خیال آیا کہ میرے آقا ﷺ کی بات سچی ہے، ایسا تو نہیں کہ میرے خاوند کے ایمان میں فرق ہو، میرے خاوند کے اعمال میں فرق ہو، میرے خاوند سے اگر پروردگار کو محبّت نہیں تو میں اس بندے کی کیا خدمت کروں گی۔ اس لئے جب آپ نے کہا کہ میں تمہاری بات پوری کروں گا تو میں نے کہا کہ میں اس بندے سے طلاق چاہتی ہوں جس سے میرے پروردگار محبّت نہیں کرتے۔ پھر جب ہم حضور ﷺ کی خدمت میں علم حاصل کرنے کے لئے جا رہے تھے، یہ اللہ کا راستہ تھا، آپ گرے اور خون نکلا تو میں فوراً سمجھ گئی کہ آپ کو اللہ کے راستے کا غم پہنچا، مصیبت پہنچی، تکلیف پہنچی، یقیناً اللہ تعالیٰ کو آپ سے پیار ہے اور یہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ناراضگی کی وجہ سے خوشیاں نہیں دی ہوئیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو آپ سے محبّت ہے۔ اب مجھے طلاق لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لئے میں ساری زندگی آپ کی خادمہ بن کر آپ کی خدمت کیا کروں گی، سبحان اللہ۔

لمحہ فکریہ:

سوچ کر حیران ہوتے ہیں کہ ان حضرات کی نگاہ کہاں پہنچا کرتی تھی۔ ہے کوئی عورت جس کی سوچ آج ایسی ہو، ہے کوئی مرد جس کی سوچ آج ایسی ہو، نہیں۔ ہم تو ذرا سی پریشانی ہوتی ہے اور اسی وقت صحیح

العقیدہ بندوں کے گھر کا معاملہ دیکھا کہ لے کے کسی بڑے مشرک اور بدعتی کے پاس پہنچے ہوئے ہوں گے۔ایسے بندے کے پاس پہنچیں گے جو خود بھی جاہل ہوگا اور دوسرے کے ایمان کا بھی جنازہ نکالے گا۔کئی کہتے ہیں کہ مرغا لاؤ اس کو ذبح کر کے اس کے خون سے تعویذ لکھنے ہیں۔کئی کہتے ہیں کہ بکرے کا خون لے کے آؤ۔ایسے عجیب وغریب احوال ہیں کہ میرے دوستو! کہنے کے قابل بھی نہیں۔اللہ رب العزت ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے اور ہمیں غم کے عالم میں صبر کی توفیق عطا فرمائے اور خوشی کے عالم میں اللہ تعالیٰ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین ثم آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ